ماہنامہ محی الدین کے قارئین کے نام

ضروری پیغام

حضور مرشد کریم دامت برکاتہم العالیہ نے ماہنامہ محی الدین کی اشاعت بڑھانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اور اس کی قیمت فی شمارہ **10** روپے مقرر فرمائی ہے۔ اس کی اشاعت میں اضافہ آپ احباب کی معاونت سے ممکن ہے۔۔۔ آیئے ہر ماہ زیادہ تعداد میں ماہنامہ محی الدین خرید کر اپنے دوستوں میں تقسیم فرما کر اشاعت دین میں اپنا کردار ادا فرمائیں۔

تاجر حضرات اپنی دکانوں، دفاتر میں ماہنامہ محی الدین زیادہ تعداد میں رکھیں ہر آنے والے احباب کو تحفہ پیش کریں۔ اس طرح آپ اشاعت دین میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ پیر بھائیوں سے بھی گذارش ہے ماہنامہ محی الدین کا کثیر تعداد ہر ماہ آرڈر لکھوائیں اور اپنے شہر میں تقسیم فرمائیں۔

ہدیہ فی شمارہ **10** روپے۔ آج ہی رابطہ فرما کر اپنا آرڈر بک کروائیں۔

برائے رابطہ

محمد صفدر صدیقی 0312-9658338

حاجی محمد عادل صدیقی 0345-7796179

محمد عدیل یوسف صدیقی 0321-7611417

سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا مؤثر لائحہ عمل

نقیب صبح سعادت

مجلہ محی الدین فیصل آباد

شمارہ نمبر 10- ربیع اول 1436ھ 2014ء

فیضانِ صدیقی جاری رہے گا

بفیضانِ نظر سلطان نیروی حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

زیر ظل عاطفت آفتابِ علم و حکمت واقفِ رموزِ حقیقت

حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر

اس شمارے میں

اداریہ: سہانی گھڑی ــــــ 2

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت ــــــ 3

محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ــــــ 8

ہم عید میلاد کیسے منائیں؟ ــــــ 10

روئیداد عرس مبارک ــــــ 15

مُرشدِ کریم کا ایمان افروز خطاب ــــــ 17

خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ ــــــ 27

کمپوزنگ: محمد عثمان قادری ❖ ٹائٹل ڈیزائن: محمد کلیم رضا

رابطہ آفس

فاروق آرٹس

سیکنڈ فلور وکیلانوالی گلی نمبر 4-5 کچہری بازار فیصل آباد

رابطہ نمبرز
041-2636130
0321-7611417

ناشر

صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

جامع مسجد محی الدین

سدھار (سبزی منڈی) جھنگ روڈ فیصل آباد

اداریہ

سہانی گھڑی

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

قارئین گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عید میلاد النبی ﷺ کی بہت بہت مبارک ہو۔ سرورِ کائنات قاسمِ جنت وکوثر ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث فرما کر مومنوں پر احسانِ عظیم کیا گیا۔ آپ ﷺ کے وجودِ مسعود کو سراپا رحمت، شافع محشر بنایا گیا۔ تمام خزانوں کی چابیاں آپ ﷺ کو عطاء فرمائی گئی۔ اللہ نے آپ کے ذکر کو آپ کے لئے بلند فرما دیا۔ آپ کی عظمتوں کا بیان قرآن ہے۔ آپ ﷺ کی محبت کمالِ ایمان ہے۔

عرش پر تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

ماہِ ربیع الاول کا چاند طلوع ہوتے ہی اہلِ ایمان خوشی ومسرت سے جھوم اُٹھتے ہیں۔ عاشق لوگ گلیاں بازار، مساجد پر سجاوٹ کرتے ہیں۔ آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا جشن مناتے ہیں۔ محافلِ میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ہوتا ہے۔ غریب لوگوں میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

دوستو! جس مبارک ہستی کا ہم یوم میلاد ہر سال مناتے ہیں۔ اُن کے ساتھ محبت و عقیدت کا یہ انداز بھی خوب ہے۔ مگر خوب تر یہ ہے۔ کہ اُن کی تعلیمات پر خود عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو راہِ حق پر گامزن ہونے کا دلکش نمونہ پیش کریں۔ محسنِ انسانیت ﷺ کو یہ دین اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ اس کے احکام کی تبلیغ کے لئے کون سا ستم ہے جو ہمارے پیارے نبی ﷺ نے برداشت نہیں فرمایا۔

آیئے! یوم میلاد کو اس عزم کے ساتھ منائیں کہ ہم دینِ حق کی جو شمع اُس سہانی گھڑی فروزاں کی گئی تھی اس سے اپنی تاریک دنیا کو بھی منور کریں گے۔ ظلم جہالت اور گمراہی کا اندھیرا جہاں جہاں ہے۔ وہاں اہتمام نور کریں گے۔ ذکر نبی ﷺ حُب نبی کے چراغ روشن کریں گے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے   دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کردے

از: مدیر اعلیٰ

سنتِ رسول ﷺ کی اہمیت

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب

سنت کا لغوی معنی طریقہ، انداز، راستہ یا سیرت ہے۔ کسی خاص طریقے سے کوئی کام انجام دینا، کوئی مخصوص انداز اپنانا یا کسی راستے پر مستقل گامزن رہنا سنت کہلاتا ہے۔ جب بھی کوئی طریقہ عمل یا اندازِ عمل مستقل ہو جائے، شخصیت کا حصہ بنے اور سیرت کا جزو قرار پائے تو اُسے سنت کہا جاتا ہے۔ سنت زندگی کے عمومی رخ اور مستقل جھکاؤ کو ظاہر کرتی ہے۔ دینی اصطلاح میں سنت سے مراد وہ اندازِ زیست یا طریقہ زندگی ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ کی سیرت سے نمایاں ہوتا ہے۔ فقہی یا قانونی زبان میں سنت آنحضرت ﷺ کے اعمال وافعال کا نام ہے۔ علامہ محبّ اللہ بہاری مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں۔ کہ سنت سے مراد "ما صدر عن النبی ﷺ من غیر القران من قول او فعل اوتقریر" قرآن کے علاوہ آنحضرت ﷺ سے جو بھی احکامات صادر ہوں خواہ وہ قولی ہوں یا فعلی یا تقریری سنت کہلاتے ہیں۔ عام الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سنت رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وافعال کا نام ہے۔ اس میں نہ وقت کی قید ہے اور نہ ارشادات واعمال کی کوئی متعین حیثیت مراد ہے۔ بلکہ آپ کی پوری زندگی کا ہر عمل اور ہر حکم حتیٰ کہ ہر اشارہ سنت میں شامل ہے۔

اسلام ایک دین ہے، اس کی تعلیمات زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہیں۔ تعلیمات کی جامعیت اور ہمہ گیریت اسلام کا دعویٰ بھی ہے اور ہر متبع مسلمان کا ایمان بھی۔ انسان اپنی حیات کے ہر موڑ پر ان تعلیمات وارشادات سے راہنمائی حاصل کا مکلّف ہے۔ اس ہمہ جہتی حیثیت کا تقاضا تھا کہ راہنمائی کے اصول واضح، مکمل اور قابلِ تقلید ہوں اور اُن تک رسائی انسانی استطاعت میں ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلام نے پوری انسانی زندگی کے لئے نہایت واضح، انمٹ اور قابلِ عمل اصول دیئے۔

قرآن اسلامی تعلیمات کا امین ہے۔ یہ غیر متبدل، مربوط، منضبط اور کامل صحیفہ ہدایت ہے۔ اس کا ہر لفظ الہامی اور اس کا ہر حکم واجب الاتباع ہے۔ قرآن خالقِ کائنات کے احکامات کا

سرچشمہ ہے۔ یہ تعلیمات اسلامی کا بنیادی ماخذ اور انسانی زندگی کیلئے انمٹ ضابطہ حیات ہے۔

قرآن اگرچہ آنحضرت ﷺ کی زبان سے ارشاد ہوا مگر یہ فرمودہ پروردگار ہے۔ مولانا روم نے خوب کہا کہ

گرچہ قران از لب پیغمبر است
ہر کہ گوید حق نہ گفت او کا فراست

یعنی قرآن اگرچہ آنحضرت ﷺ کی زبان سے ادا ہوا مگر جو اسے کلامِ الٰہی تسلیم نہ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی حامل قرآن بھی ہے اور شارحِ قرآن بھی۔ آپ کا ہر ارشاد قرآن کی تفسیر اور آپ کا ہر عمل احکاماتِ الٰہیہ کی عملی تعبیر ہے۔ آپ مطاع باذنِ اللہ ہیں اور تعلیمات قرآن کا عملی حوالہ بھی۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت پروانہ وار آپ کے گرد جمع رہتے تا کہ کسی حکم کی پیغمبرانہ توضیح سے محروم نہ رہ جائیں۔ آپ کے فرمودات سے اس تعلق ہی نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان کی حفاظت کی راہ دکھائی تا کہ کلامِ محبوب اور قرآن کی عملی تفسیر آئندہ نسلوں کو منتقل ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ ''سنت'' اسلامی تعلیمات کا دوسرا ماخذ ہے قرآن کے بعد اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بحث بھی ایک الجھاؤ ہے۔ قرآن وسنت میں ترتیب کا کوئی مسئلہ نہیں یہاں تو متن اور شرح کا رشتہ ہے۔ قرآن متن ہے اور سنتِ رسول ﷺ اس کا عملی اظہار، قرآن کے مفاہیم جو رسول اللہ ﷺ کے کردار سے نمایاں ہوئے وہی معتبر ہیں۔ قدرت نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے ایک بنیادی نصاب باضابطہ نازل فرمایا۔ جسے حضور اکرم ﷺ نے اپنے اسوہ کی عملی تعبیر سے اُسے واضح فرمایا۔ خالقِ کائنات نے اپنی کتاب مرحمت فرما کر بے محابانہ چھوڑ دیا کہ ہر کوئی اپنے خیالات کو قرآن کے حوالے سے بیان کر کے دل پسند حرکات کا مرتکب بنے اور معاشرے میں خیالات کی طوائف الملوکی جنم لے بلکہ احکامات کا عملی اظہار بھی فرمایا اور قرآن کو ایک ذات پر مکمل منطبق فرما کر قرآنی مفاہیم کی عملی تفسیر مہیا فرما دی۔ قرآن

احکامات کا مجموعہ ہے۔ تو سنتِ رسول ﷺ ان احکامات پر عمل پیرا ہونے کا مثالی نمونہ، ارشادات کا متن درکار ہو تو قرآن دیکھئے اور اس متن کو قالبِ انسانی میں متشکل ہوتا دیکھنا مقصود ہو تو ذاتِ رسول ﷺ سے راہنمائی لیجئے۔ یہ دونوں ایک حقیقت کے دو روپ ہیں۔ لفظوں سے محبت ہو تو قرآنِ صامت موجود اور اگر ان الفاظ کی مراد تک پہنچنا ہو تو صاحب قرآن کی ذات موجود، الغرض قرآن وسنت یک جان دو قالب ہیں۔ ایک کا انکار دوسرے سے انحراف کا سبب بنتا ہے۔ ان میں تضاد نہیں۔ تضاد تو ہمارے ذہنوں کا عکس ہے۔ مسند داری میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں کو ایک حدیث سنائی تو سامعین میں سے کسی نے کہا کہ کتاب اللہ یعنی قرآن میں اس کے برعکس حکم موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی بات سناؤں اور تم کتاب اللہ کے نام سے اعتراض پیدا کرو۔ یاد رکھو رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ کتاب اللہ کے عالم تھے۔ (سنن دارمی باب نمبر 50 ص 128)

سنتِ رسول ﷺ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله (النساء:64)

کہ تم نے رسول معظم ﷺ کو مبعوث ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے مطاع بنے یعنی سب اُن کی اطاعت کریں۔ پھر فرمایا۔

لقد كان لكم فی رسول الله اُسوة حسنة (الاحزاب 64)

کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ اس لئے انسانیت کی معراج اُن کی اتباع اور اُن کی اطاعت میں ہے۔ یہ آیات بیانیہ جملوں کی صورت میں نازل ہوئیں تا کہ حکم کی شدت اور عموم کا اظہار ہو جائے۔ لیکن کبھی حکماً ارشاد فرمایا۔

وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهو (الحشر 7)

یعنی رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ عطا فرمائیں اُسے لے لو۔ اور جس چیز سے روکیں رُک جاؤ۔ یعنی تمہاری زندگی میں اُخذ و ترک کا معیار آپ کے احکامات ہونے چاہیں۔ یاد رہے

کہ یہاں ''ما'' موصولہ ہے۔ جس کے متعلق علماء لغت کہتے ہیں کہ عموم پر دلالت کرتا ہے یعنی جو بھی عطا کریں لے لو اور جو بھی چھوڑنے کا ارشاد فرمائیں چھوڑ دو۔ اس میں اپنی پسند و ناپسند کو دخل نہ دو۔ بہر حال اطاعت کرو۔ اس سے یہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے۔ کہ شاید اطاعت واتباع چند دینی احکام تک محدود ہے اور باقی معاملات ہماری صواب دید پر ہیں۔ قرآن مجید کی اس نص صریح نے اس واہمہ کو کاٹ ڈالا، یہ بھی یاد رہے کہ ''حکم'' کسی زمانی قید کے حوالے سے نازل نہیں ہو رہا کہ آنحضرت ﷺ کی حیاتِ ظاہرہ تک تو احکام مانو مگر آپ کے پردہ فرمانے کے بعد حالات کے مطابق خود فیصلے کر لیا کرو۔ نہیں نہیں یہ حکم قیامت تک کے لئے ہر شخص کے لئے ہر دور کے لئے، اور ہر معاملے میں حجت ہے اور واجب الاتباع۔

قرآن مجید اس اتباع کو مجبوری کا معاملہ نہیں بنانا چاہتا بلکہ اس میں دلی رضا اور قلبی انبساط کا تقاضا کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

فلا وربك لا یو منون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء 65)

''یعنی آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ اُس وقت تک مومن نہیں جب تک آپ کو اپنے تنازعات میں حکم تسلیم نہ کر لیں اور پھر آپ کے فیصلے پر دلوں میں بھی کوئی الجھن محسوس نہ کریں بلکہ یوں تسلیم کریں جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے''۔ ایسا اس لئے ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ خود تو احکامات نافذ نہیں فرماتے وہ تو فرستادہ ہیں۔ رب العزت کے، اس لئے اُن کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

وما ینطق عن الهوی ۵ ان هو الا وحی یوحی۔ (النجم 3)

یعنی حضور اکرم ﷺ اپنی خواہشات سے کلام نہیں فرماتے بلکہ آپ کے ارشادات تو نتیجہ ہیں وحی الٰہی کا۔ اس بناء پر علماء فرماتے ہیں۔ کہ حدیث بھی وحی ہے۔ اگرچہ اس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ یہاں ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وحی کے احکامات تو مانا کہ حجت ہیں لیکن کیا آپ کی عمومی گفتگو بھی اسی مرتبہ اور مقام کی حامل ہے۔ یہ اُلجھن اُس وقت بھی پیدا ہوئی جبکہ آپ کا

ارشاد ہوا۔

حدثو عنی ولا حرج (مشکوٰۃ کتاب العلم)

''یعنی مجھ سے روایت کیا کرو اس میں کوئی خطرہ نہیں''۔ حکم ملنا تھا کہ اسوہ حسنہ کا ہر پہلو اور آپ کی مثالی زندگی کا ہر لمحہ صفحہ قرطاس پر منتقل ہونے لگا۔ تحریر پر قدرت رکھنے والے صحابہ اس میدان میں سبقت لے گئے اور اپنے اپنے مجموعے مرتب کرنے لگے۔ مگر بعض کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ کیا ہر ہر حکم محفوظ کر لینا مناسب بھی ہے۔ اس کا اظہار جلد سامنے آیا۔ جب قریش کی ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی کتابتِ حدیث پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی حالت غضب میں ہوتے ہیں تو کبھی حالت رضا میں اور آپ ہر بات لکھتے جا رہے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے لکھنا ترک کر دیا مگر اس کا ذکر دربارِ رسالت میں بھی کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اکتب فو الذی نفسی بیده ما یخرج منی الا الحق (سنن ابی داؤد کتب العلم)

کہ تم لکھ لیا کرو اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس منہ سے جو کچھ بھی نکلتا ہے حق ہوتا ہے۔

اس ارشاد نے تمام اشکال دور کر دیئے۔ الغرض حضور اکرم ﷺ کا ہر ارشاد لائق توجہ اور قابلِ تقلید ہے۔ اسی میں کامیاب زندگی کا راز مضمر ہے۔ اللہ کرے ہم سب سنتِ رسول ﷺ کی قدر و منزلت پہنچانیں۔ اس پر عمل پیرا ہونے کی مقدور بھر کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایصالِ ثواب کیجئے

خانقاہ معظمیہ معظم آباد شریف کے سجادہ نشین حضرت علامہ صاحبزادہ محمد معظم الحق صاحب کے والدِ گرامی پیر طریقت خواجہ غلام حمید الدین معظمی وصال فرما گئے ہیں۔ اللہ کریم بوسیلہ نبی کریم ﷺ درجات بلند فرمائے اور مریدین وابستگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (ادارہ)

(آمین)

محبت رسول کریم ﷺ

از: علامہ خواجہ وحید احمد قادری صاحب

آج دورِ حاضر کے مسلمان ایک نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ ان کے معمولی اختلاف کو اغیار پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے ایمان اور بالخصوص حُبِّ رسول ﷺ کی بنیادوں کو متزلزل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ فتنے کچھ اس انداز سے اور کچھ ایسے مقامات سے اُٹھائے جا رہے ہیں۔ کہ ایک سادہ قلب مسلمان کا ان سے دھوکہ کھانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ انہی میں سے ایک فتنہ محبت اور اتباع کے نام سے سر نکال رہا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں ایک ہی حقیقت کے دو رُخ ہیں۔ محبت قلبی کیفیت کا نام ہے گویا اس کا تعلق ایمان سے ہے۔ اتباع اس قلبی کیفیت کا عملی ظہور ہے یہی اسلام ہے۔ محبت ایمان کا بیج ہے جو عمل سے تناور درخت بنتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ قلب میں ایک کیفیت ہو اور اس کا ظہور کما حقہ نہ ہو رہا ہو لیکن یہ دونوں کیفیات ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے اور ایک مسلمان کے ایمان کو اسلام سے الگ نہیں کر دیتیں۔ وہ راہِ حق پر گامزن ہے لیکن اس میں استقامت کی کمی ہے ظاہر و باطن میں ابھی یکسانیت پیدا نہیں ہوئی جو اسلام کی روح ہے۔ محبت ابتدا ہے محبت سے ادب، ادب سے تعظیم، تعظیم سے تعمیل کی دولت ملتی ہے اور پھر عمل کی عنایت بھی یہی محبت بن جاتی ہے۔ گویا محبت ہی ابتدا ہے اور محبت ہی انتہاء۔

جس کی طرف حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا۔ اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے۔ یہی محبت موجب ایمان، موجب تکمیل ایمان ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اگر اتباع بلا محبتِ رسول کے ہو تو اس کو اتباع نہ کہیں گے۔ اتباع کے معنی ہی ظاہر و باطن کی یکسانیت کے ساتھ عبادات میں مشغول ہونا ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے خبر دی کہ ایک زمانہ قربِ قیامت میں ایسا آئے گا کہ تم لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ کلمہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترا ہو گا یعنی ان کے قلوب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے یکسر خالی ہوں گے اللہ ہمیں محفوظ رکھیں۔

حضور ﷺ اللہ کا رسول اور آخری رسول ہونا، ان کی امت کیلئے ایک ایسا فخر ہے کہ جس

پر جس قدر ناز کرے کم ہے اور جس قدر بھی ان کی محبت، قدر و منزلت، تعریف اور توصیف بیان کرے، جس قدر بھی اس نورِ مبین کے سانچے میں ڈھل جائے، جس قدر آپ ﷺ کے قرب کی لذتوں کو محسوس کرے وہ اس کے اپنے نصیب کی بات ہے۔ ذاتِ گرامی اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ تصور میں جانِ کائنات ﷺ کو پا کر آپ کے مبارک قدموں سے چمٹ جانا اور دنیا و مافیا سب بھول جانا، گویا دونوں رحمتیں خوش نصیب سائل کے آغوش میں ہوں یہ کرم کی بات ہوگی اللہ سب کو نصیب فرمائے۔ یاد رہے کہ سرکار ﷺ اللہ رب العزت کے آخری نبی، آخری رسول، خاتم النبیین ہیں۔ وہ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام کا پتلا پانی اور مٹی میں تھا وہ اس وقت بھی اللہ کے سب سے برگزیدہ نبی ہوں گے۔ جب تمام انبیاء عاجز ہوں گے اور آپ ہی مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ جن کی بعثت کو قرآن نے یوں سمجھایا۔ ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے اس کا نور محمد ﷺ اور کتاب ہدایت آچکی۔ جس کو سراجاً منیرا (روشن چراغ) کے لقب سے یاد کیا ہے۔ جن کو رؤف الرحیم کے خطاب سے نوازا ہے۔ جن کا مقصدِ حیات خود اللہ رب العزت کا کلام پہنچانا۔ انسانیت کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور ان کے قلوب کو غیر اللہ کے تصور سے پاک کرنا ہے۔ جنہیں اللہ نے رحمۃ اللعالمین کے خطاب سے نوازا ہے۔ جن کے قلب اطہر پر قرآن پاک نازل فرمایا ہے۔ جن کے رب نے ان کو اپنی جملہ مخلوق کیلئے ''کافۃ للناس'' اور حضور کو ''خاتم النبیین'' کے لقب سے سرفراز فرما کر جملہ علم و حکمت سے سرفراز فرمایا۔ اس نبی برحق کے علم، اس کی نظر، اس کی فہم، اس کی سمع، اس کی قدرت کو باذن اللہ بلندی عطا فرمائی۔ وہ رحمتِ خاص سے نوازے گے۔ ''شاہد'' بنا کر بھیجے گئے۔ ہر خبر کی شہادت دینے والے ہوں انبیاء کرامؑ کی صداقت کی، ایمان کی جنت و دوزخ عرش، کرسی اور خود وجود باری تعالیٰ کی۔ اور یہ سب کچھ اللہ ہی کے ایک نظام کے تحت، اللہ ہی کے حکم، اللہ ہی کے قدرت کا نمونہ ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے ہر مسلمان پر حضور پُر نور ﷺ کی محبت اس کے تمام خویش و اقارب اعزہ احباب سے زیادہ لازم کی ہے۔ قرآن میں ارشاد فرمایا۔ میرے حبیب فرما دیجئے۔ کہ اے لوگو! تمہارے باپ، تمہارے

بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے۔ اور تمہاری پسند کے مکان ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو انتظا کرو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا۔ ''تم میں کوئی مومن نہ ہوگا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد سب آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

ہم عید میلاد کیسے منائیں؟

از: ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری صاحب

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یوم میلاد خوشی، مسرت اور شادمانی کا دن ہے۔ اس روز بنی نوع انسان کی تقدیر بدل گئی۔ اُسے کفر و ظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نجات ملی اور امن محبت، اخوت، رواداری اور مساوات کی روشن قندیلوں سے روشنی کی سوغات ملی۔ یہ دن انسانی فلاح و بہبود اور اخروی نجات کی نوید لے کر آیا۔ تو پھر اس روز اظہار تشکر کے لئے مسرت و فرحت کا مظاہرہ کرنا ہمارا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"قل بفضل الله و برحمة فبذالك فليفرحوا هو خير مما يجمعون"

ترجمہ:۔ فرما دیجئے (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی ﷺ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں۔ (یہ خوشی منانا) اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔ یہ فضل اور رحمت نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ذاتِ پُرانوار کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے"۔

"وما ارسلنك الا رحمة اللعالمين"

ترجمہ: اور اے رسول محتشم ﷺ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

نامور مفسرِ قرآن امام خازن رحمۃ اللہ علیہ الفضل العظیم کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

''اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر فضل ہے جو اس نے اپنے رسول کو بھیج کر فرمایا''

اسی خوشی اور شادمانی کے اظہار کے لئے بہت سے انداز اپنائے جا سکتے ہیں۔ جن کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

☆ ربیع الاول شریف کا چاند نظر آتے ہی ہر عاشقِ رسول ﷺ مومن کے ظاہر و باطن اور گفتار و کردار سے مسرت کا اظہار ہونا چاہیے۔ سب ایک دوسرے کو مبارکباد دیں۔ SMS کے ذریعے عید میلاد کی آمد کے پیغامات ارسال کریں۔ صاحب استطاعت احباب اخبارات میں خیر مقدمی اشتہارات لگوائیں، میلاد کارڈ ارسال کریں اور ہر محفل یا ہر مقام پر آپ کے چہرے تمتماتے نظر آئیں۔ گویا آپ کو کائنات کی سب سے بڑی نعمت مل گئی ہے۔

☆ اس ماہ مبارک کے دوران درود و سلام کی کثرت کریں۔ خود بھی آقا و مولا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پر صلوٰہ و سلام کے نذرانے نچھاور کرتے رہیں اور اپنے اہلِ خانہ، دوست واحباب اور دفتر، فیکٹری یا بازار میں اپنے کام کی جگہ پر ساتھیوں کو درود و سلام پڑھنے کی ترغیب دیں۔ کیونکہ یہ عمل آپ ﷺ کی قربت کا سبب ہے۔ ''سیدنا عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ وہ ہوگا، جو مجھ پر اکثر درود بھیجتا ہے۔ (الجامع الصغیر: جلد دوم)

☆ جہاں تک ممکن ہو، محافلِ نعت کا اہتمام کریں۔ اور قریہ قریہ شہر شہر، گھر سے دفتر تک اور گلی سے بازار تک محفلِ میلاد کا انعقاد کریں۔ اس محفل کے لئے ہر وقت بہت بڑے اہتمام کی یا لوگوں کے ہجوم کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ محفل گھر کے چند افراد پر مشتمل یا اپنی دکان اور دفتر کے عملے پر مشتمل احباب کی شمولیت سے انعقاد پذیر ہو سکتی ہے۔ تلاوت کی جائے خوبصورت اور میٹھے لہجے

سے نعت پڑھی جائے تو بہتر ورنہ سادہ انداز یا بغیر ترنم کے ہی اپنی پسندیدہ نعت سنائی جائے، کوئی حدیث بیان کر دی جائے اور آخر میں صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کیے جائیں۔ یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ نے کئی بار خود محفلِ نعت کا اہتمام کیا۔ حدیث میں ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ ''حضور رسول کریم ﷺ حضرت حسان کے لئے مسجد نبوی ﷺ میں منبر رکھواتے، وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی نعت بیان کرتے۔ یا فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا دفاع کرتے اور آپ ﷺ فرماتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے۔ جب تک وہ رسول اللہ کی نعت بیان کرتے ہیں یا انکا دفاع کرتے ہیں۔ (ترمذی، الجامع الصحیح)

☆ دوست واحباب، اور خاص طور پر غریب، نادار، بے سہارا افراد کے لئے کھانے پینے کا اہتمام کیا جائے۔ یہ اہتمام وانصرام اپنی مالی استطاعت پر منحصر ہونا چاہیے۔ مومنوں کی صفات کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:- ''اور (یہ وہ لوگ ہیں جو) مسکین، یتیم اور قیدی کو اس کی (یعنی اللہ کی) محبت میں کھانا کھلاتے ہیں۔ (ان کا یہ کہنا ہوتا ہے کہ) ہم تم کو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں۔ نہ ہم تم سے کوئی معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ'' (الدہر ۸۔۹)

خود غور فرمائیے کہ اگر عید میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے ہوگا تو اللہ تعالیٰ کو کتنا پسند آئے گا اور آقا ومولیٰ ﷺ کس قدر شاد ہوں گے۔

☆ عید میلاد کے اس پُر مسرت موقع پر ہسپتالوں میں موجود مریضوں، جیلوں میں بند قیدیوں اور معاشرے میں پائے جانے والے سفید پوش مسکینوں، ناداروں، حاجتمندوں، یتیموں اور بیواؤں کو ضرور بالضرور یاد رکھیں۔ میلاد کمیٹیوں اور عشقِ رسول ﷺ کی نقیب تنظیموں کے عہدیداروں پر لازم ہے کہ وہ محلوں گلیوں اور بازاروں کو سجانے کے ساتھ ساتھ ان ضرورت مندوں کے لئے بھی صدقہ وخیرات اور عطیات کا ایک حصہ وقف کریں۔ تاکہ وہ بھی ان تقریبات میلاد کی خوشیاں عملی طور پر محسوس کریں۔

☆ ربیع الاول شریف کے دوران ہر پیر کے دن ورنہ عید میلاد کے دن روزہ رکھا جائے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اپنا میلاد ایسے ہی مناتے تھے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ ''سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز مجھ پر قرآن مجید نازل کیا گیا''۔ (صحیح مسلم)

☆ اپنے گھروں کی چھتوں پر میلاد کے سبز پرچم لہرائیں، گھروں کو رنگ برنگی جھنڈیوں اور بینروں سے سجائیں، مسجدوں، گلیوں اور گھروں میں برقی قمقموں اور لڑیوں سے چراغاں کریں اور جہاں بھی ممکن ہو سجاوٹ کے لئے کوشش کریں۔

☆ عوام الناس کو عید میلاد النبی ﷺ کے فیوض وبرکات سے فیضیاب کرنے کے لئے رعائتی نرخوں پر اشیاء کی فراہمی یا نسبتاً کم نرخوں پر اپنی خدمات کی دستیابی کا اہتمام کریں۔ اسے کوئی بھی نام دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً فری میڈیکل کیمپ وغیرہ، خدمتِ خلق کا یہ فعل جشنِ میلاد منانے کا بہترین طریقہ ہے۔

☆ تحفہ دینا سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے اس کے اظہار کے لئے عید میلاد النبی ﷺ بہترین موقع ہے۔ اپنے عزیز واقارب اور دوست واحباب کو عید میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے جو تحفہ دیا جاسکتا ہے۔ وہ کتاب ہے۔ کوئی بھی اچھی سی کتاب جو عشقِ رسول ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کا سبب بنے تحفے کے طور پر ضرور دینی چاہیے۔

☆ عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس شوکتِ اسلام کا مظہر ہوتا ہے۔ مسلم ممالک کے اندر میلاد کا جلوس نبی کریم ﷺ کی عظمت وشان اجاگر کرنے کا موجب بنتا ہے تو غیر اسلامی ممالک میں مسلمانوں کا ذوق وشوق اپنے آقا ومولا ﷺ اور ہادی ورہبر کے ساتھ گہری، وابستگی اور بے انتہا والہانہ پن کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا ان جلوسوں میں بھرپور طریقے سے شامل ہوں اور درج ذیل امور کو پیش نظر رکھیے۔

1- عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں شامل ہونے کے لئے غسل فرمائیں۔ صاف ستھرا ممکن ہو تو نیا سفید رنگ کا لباس پہنیں۔ خوشبو لگا کر درود و سلام کا ورد کرتے ہوئے آئیں۔

2- پورا وقت باوضو رہیں۔ اور کلمہ شریف اور درود پاک کا ورد کرتے رہیں۔

اگر آپ کسی ادارے کے سربراہ ہیں، کسی تنظیم یا سوسائٹی کے عہدیدار ہیں یا معاشرے اور علاقے میں آپ کا سیاسی، سماجی، ثقافتی یا معاشرتی اثر و رسوخ ہے یا آپ کسی مسجد کے خطیب یا امام ہیں تو پھر عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کو احسن، خوبصورت اور منظم انداز میں منانے کے لئے بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر تو آپ کے متعلقہ ادارے یا علاقے میں یہ تقریبات ہوتی ہیں تو ان میں بھرپور حصہ لیں۔ نوجوانوں کو شامل ہونے کی ترغیب دیں اور جشنِ میلاد منانے والی تنظیموں کی بھرپور حوصلہ افزائی کریں۔ اگر ایسی تقریبات پہلے سے منعقد نہیں ہوتیں تو ہمت، کاوش اور کوشش کر کے محافلِ میلاد، محفلِ نعت، جلوس کے لئے ٹرانسپورٹ کا اہتمام اور مصطفائی لنگر کا انتظام جیسے پروگرام شروع کرائیں۔ یاد رکھیے فروغِ عشقِ رسول ﷺ کے لئے کسی بھی سرگرمی کا آغاز آپ کے لئے تا قیامت اجر و ثواب کا موجب بنے گا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ ہر قسم کی غیر شرعی حرکات سے مکمل پرہیز کریں۔ اور اپنے زیر اثر احباب اور نوجوانوں میں جو شرکاء اس قسم کی حرکت کا موجب ہوں، انہیں پیار اور نرمی سے منع کریں۔ مثلاً باجے بجانا، نقلی وگ یا داڑھی لگانا، پٹاخے چلانا یا آوازیں کسنا یہ سب حرکات ثواب کی بجائے باعثِ گناہ اور مسلکِ حق کی بدنامی کا سبب ہیں۔ ہماری عاجزانہ اپیل ہے کہ ان سے مکمل طور پر بچا جائے۔

یاد رکھیے۔

عید میلاد کے جشن میں گزرا ہوا ہر لمحہ اور ساعت سرمدی خوشیوں اور فوز و فلاح کا سبب ہے اور نبی کریم ﷺ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں با ادب طریقے سے اور پورے خشوع و خضوع سے تقریباتِ میلاد کو منانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

روئیداد عرس مبارک

از مدیر اعلیٰ

شہر فیصل آباد کی مرکزی جامع مسجد محی الدین جھنگ روڈ سدھار میں مورخہ 5 دسمبر بروز جمعۃ المبارک ایک عظیم الشان پر وقار عرس مبارک قاسم فیضان نبوۃ حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں علمائے کرام مشائخ عظام، خلفائے کرام سمیت عاشقانِ رسول ﷺ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر شریکِ بزمِ محبت ہوا۔ پورے شہر کے مخصوص مقامات پر عرس مبارک کے نمایاں بورڈ آویزاں کیئے گئے تھے۔ جس نے پورے شہر کے ہر طبقہ کے لوگوں میں عظیم روحانی شخصیت سرتاج الاولیاء حضرت علامہ پیر علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی آمد کے انتظار کو بے قراری میں بدل دیا۔ لمحہ لمحہ انتظار ہونے لگا۔ کہ کب وقت کے غوث شہر فیصل آباد قدم رنجہ فرمائیں۔ اور ان کے دیدار سے قرار حاصل کیا جائے۔ وہ دن اور وہ لمحات 4 دسمبر کی شام آئے۔ موٹروے انٹرچینج پر مرشد کریم کے عظیم الشان قافلے کی آمد مبارک ہوئی۔ کثیر تعداد عاشق استقبال کیلئے پھولوں کی پتیاں ہاتھوں میں تھامے موٹروے چوک پہنچ چکے تھے۔ جونہی قبلہ عالم کی گاڑی انٹرچینج سے باہر آئی۔ منظر دیدنی تھا۔ ہر زبان **اللہ ھو** کی صدا سے گونج رہی تھی۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ پھول برسائے گئے۔ قبلہ عالم مرشدِ کریم نے تمام لوگوں سے مصافحہ فرمایا۔

مرکزِ نور جامع مسجد محی الدین کو لائٹنگ سے سجایا گیا تھا۔ ہزاروں افراد اپنے مرشد کے دیدار کیلئے مرکز پر بھی موجود تھے۔ رات کی تاریکی میں اُجالا بن کر مرشد کریم جب مسجد پہنچے تو قطار در قطار کھڑے غلاموں کو دیکھ کر مسکرائے۔ تو ہر چہرہ کھل اُٹھا۔ روح کو سکون ملا۔ مرشد کریم نے طویل نشست میں خوب محبتوں کی سوغات تقسیم فرمائی۔ کالج کی تعمیر، تکمیل اور تدریس کے حوالہ سے تمام پیر بھائیوں کو خدمتِ اسلام کی ترغیب دی۔

مرکزی نشست کا آغاز 5 دسمبر بروز جمعۃ المبارک دن 10 بجے ہوا۔ تلاوتِ قرآن

پاک کا شرف قاری عابد علی صاحب نے حاصل کیا منہیس شریف سے تشریف لائے ہوئے نامور نعت خواں محمد عمران نقشبندی صاحب نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ بعدازاں شہر گجرات سے تشریف لائے ممتاز عالم دین حضرت علامہ مظہر الحق صدیقی صاحب نے خطاب فرمایا۔

عظیم مذہبی سکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب نے دورِ حاضر میں سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم ہستی کے طور پر قبلہ عالم کا تعارف پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کا وجود اُمتِ مسلمہ پر ایک عظیم انعام اور آپ کے منصوبہ جات عظیم احسان ہیں۔

وائس چانسلر محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف عظیم علمی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صاحب نے حاضرین کو علمی خطاب سے نوازا۔ اب وہ گھڑی آن پہنچی کہ جس کا ہزاروں افراد کو انتظار تھا۔ مسجد کا مرکزی حال، صحن اور راستے تمام عاشقوں سے بھرے ہوئے تھے۔ نقابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے راقم نے مائیک پر گزارش کی۔ **یا شیخ** یا اتنے کثیر تعداد لوگ آپ کے دیدار، دو عالم کے تاجدار کی محبتوں کی سوغات اور من کی مراد حاصل کرنے اس بزم محبت میں شریک ہوئے ہیں۔ آپ ملفوظات عالیہ بھی عطا فرمائیں۔ اور نظرِ کرم سے بھی سب کو نوازیں۔ اللہ ہو کی پُر نور پُر کیف صداؤں میں مرشد کریم نے خطاب ذیشان شروع فرمایا۔ پیار سے لوگوں کو سیرابی نصیب ہوئی۔ روح پرور اجتماع کیف و سرور اور سکون و طمانیت کا گہوارہ بن کر پیاسی روحوں کی تشنگی دور کرنے کا سامان ہوا۔ خطاب ذیشان ان شاء اللہ تحریر کی صورت میں قارئین تک پہنچایا جائے گا۔ نماز جمعۃ المبارک کے بعد لنگر صدیقیہ کا وسیع انتظام تھا۔ لنگر کی تقسیم بڑے اطمینان سے ہوئی۔ خواتین کا انتظام باپردہ کیا گیا تھا۔ آخر میں کثیر تعداد احباب اور خواتین سلسلہ میں داخل ہوئے۔

تا بہ آبد آستانِ یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مورخہ 10 دسمبر بروز بدھ حضور مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے سالانہ ختم شریف کے موقع پر مُرشدِ کریم کا ایمان افروز خطاب

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ہ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ہ فادخلی فی عبدی ہ وادخلی جنتی ہ
ان اللہ وملیکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
وعلیٰ الک واصحابک یارحمۃ اللعالمین

اس خوبصورت پاکیزہ محفل میں ہمارے درمیان جناب ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب جناب ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب اور ہمارے محی الدین اسلامک میڈیکل کالج کے پرنسپل جناب عارف صاحب، جناب بریگیڈیئر طارق صاحب، جید علمائے کرام اور صوفیائے عظام اور حاضرین جتنے بھی ہیں۔ یہ تمام محبت اور پیار کا اثاثہ لیکر یہاں تشریف لائے ہیں یہ ساری محفل میرے لئے انتہائی محبوب محفل ہے۔

آج صرف ایصال ثواب کی یہ محفل ہے گفتگو ہو چکی۔ مسائل آپ نے سماعت فرما لیئے۔ اس وقت صرف دعا کیلئے ہاتھ اُٹھیں گے۔

دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو صرف دنیا ہی کے رہتے ہیں اور ایک وہ کہ جو ایک ہاتھ میں دنیا رکھتے ہیں اور دوسرے میں دین اور تیسری وہ جماعت ہے کہ جو قرب الٰہی اور قربِ مصطفیٰ ﷺ سے اسقدر منور ہوتے ہیں۔ کہ ان کا کوئی لمحہ غفلت اور دوری میں نہیں گزرتا۔

حضرات گرامی! یہ جسم اسی جہان کا ہے۔ اور اس جسم کی سلامتی کی بنیاد روح ہے۔ روح اور جسم کی کامیابی کی بنیاد ایمان ہے۔ اور ایمان کی بنیاد عشق رسول ﷺ ہے اور عشق کی انتہاء خلوص ہے۔ اور خلوص کی انتہا قبولیت ہے۔

معزز حاضرین! جب انسان دنیا چھوڑتا ہے تو جسم کے حصے علیحدہ ہو جاتے ہیں جسم ظاہری بشری علیحدہ ہو جاتا ہے۔ روح علیحدہ ہو جاتی ہے۔ جسم کا جس ملک سے تعلق ہوتا ہے اس کو وہیں رکھا جاتا ہے اور روح جس ملک سے وابستہ ہوتی ہے وہ وہیں چلی جاتی ہے اور جب جسم کی باری آتی ہے تو حکم ہوتا ہے۔ **منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرٰى**

یہ تمام جسم جن اجزاء سے مرکب ہوا ہے۔ تمہیں ہم وہیں رکھیں گے اور روح کو حکم ملا ہے چونکہ تو اس فانی جہان کی نہیں ہے تو میرے قرب سے ادھر گئی ہے۔ اس لئے اُسے حکم ہوتا ہے۔ **یا تیھا النفس المطمئنة ٥ ارجعی الی ربك راضیة مرضیة ٥** اے پاکیزہ روح تو اپنے رب کے پاس چلی جا اور اے جسم تو زمین کے اندر جذب ہو جا۔

اب یہاں کمال کی بات یہ ہے۔ کہ جسم تو ہوا فانی اور روح تو اللہ رب العالمین کے قدرتوں کا ایک جوہر ہے۔ اُسکی لطافتوں کا ایک ذرہ اور ایک کرن ہے۔ اُس کو فنا نہیں اور جسم کو فنا ہے۔ یہ آگ ہوا، پانی، مٹی سے بنا ہوا جسم۔ آگ بھی فانی، مٹی بھی فانی، ہوا بھی فانی اور پانی بھی فانی، انکے جواہر اکٹھے کر کے جسم کو مرکب کیا گیا۔ مگر ہے فانی۔ اور روح باقی۔

فنا کا تعلق پستی سے ہے۔ اور بقا کا تعلق بلندی سے ہے۔

عجب تقاضا ہے کہ پستی اور بلندی کو کس طرح ملا کر رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پستی اور بلندی دونوں جوڑ دیئے اب پستی کے تقاضے اور ہیں اور بلندی کے تقاضے اور ہیں۔ پستی کی خوراک اور ہے بلندی کی خوراک اور ہے۔ فنا کا جہاں اور ہے بقاء کا جہاں اور ہے زمین و آسماں کس طرح اکٹھے ہو گئے۔ یہ پستی اور بلندی کسطرح اکٹھے ہو گئے۔ غذائیں بھی جدا جدا، تقاضے بھی جدا جدا، اور ان کے ہیت بھی جدا جدا، اس کے محل بھی جدا جدا، ترکیب بھی جدا جدا، ان کو ایک کر دیا گیا۔ جب ان کو ایک کیا گیا تو اب جس پر نفسانی واردات، جسمانی واردات غالب ہو گئے روح دب گئی اور جسمانی تقاضے، نفسانی تقاضے، شہوانی تقاضے، غضوانی تقاضے اور اللہ سے دوری

پر رکھنے والے تقاضے اگر روح کی کیفیت پر غالب ہو جائیں تو روح قید ہو کر رہ جاتی ہے۔ وہ تڑپتی رہتی ہے۔ اصل پرواز سے محروم ہوتی ہے اور اگر جسمانیت پر روحانیت غالب آجائے تو جسم اور روح دونوں مل کر ان کی توجہ بلندی کی طرف ہو جاتی ہے اور جب روح جسم سے نکل جائے تو جہاں اس کا ٹھکانہ ہوتا ہے وہاں رہتے ہوئے بھی جسم کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اور اگر جسم کے ساتھ قبر میں تعلق رہتا ہے اور اگر جسم کے ساتھ تعلق باقی نہ ہو تو حیات ناممکن ہے اور اگر حیات ناممکن ہو تو عذاب و ثواب ناممکن ہے۔ پتا ہی نہیں لگے گا جب کچھ بھی نہیں تو نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے خوشی ہو تو جسم اور روح دونوں کو ملتی ہے۔ اور غم ہو تو دونوں کو ملتا ہے۔ لیکن یہ دونوں اسطرح ہوتے ہیں سورج کہاں ہے اور دھوپ کہاں ہے؟ ٹرانسفارمر کدھر ہے؟ روشنی کدھر ہے؟ تو جس طرح ان کا تعلق ہے اب یہ دھوپ سورج نہیں، سورج دھوپ نہیں، یہ دھوپ کا فیض ہے اس طرح جسم کے اندر جو عوام ہیں ان کے تعلقات اور ہیں جو خواص ہیں ان کے تعلقات اور ہیں۔ اور جو اخص الخواص ہیں ان کے تعلقات اور ہیں۔ اگر یہ قبر روشن نہیں تو پھر جسم کے ساتھ روح کا تعلق اس طرح ہے جس طرح سورج اوپر ہے اور اس کی دھوپ زمین پر آرہی ہے۔ اور اگر قبر مکمل منور ہے روشن ہے اور جنت کی فضائیں اس کے اندر موجود ہیں تو روح ہمیشہ بہتر جگہ ہوتی ہے۔ اور جہاں بھی بہتر جگہ ہو روح ہمیشہ وہیں رکھی جاتی ہے۔ تو جس کی قبر جنت سے افضل، عرش سے افضل ہو جائے اس کی روح بھی وہیں ہوتی ہے۔ اس کا جسم بھی وہیں ہوتا ہے۔ اور جب روح اور جسم دونوں اکٹھے ہو جائیں اور یہ تو میں عام کی بات کرنے لگا ہوں خواص چھوڑتا ہوں یہیں۔ عوام کی بات یہ ہے کہ جب آپ قبرستان سے گزرتے ہیں۔ تو کیا کہتے ہیں آپ؟ السلام علیکم یا اہل القبور! اچھا یہ "کم" تو ضمیر خطاب ہے اور جب مخاطب سن ہی نہیں رہا ہو تو عقلمند قولِ باطل اس کی زبان سے نکلتا ہی نہیں مہمل قول، باطل قول، اس کے منہ سے نکلتا ہی نہیں۔ بھینس، گائے، گدھے، گھوڑے ان کو دیکھتے ہو کبھی کہاں آپ نے السلام علیکم؟ کیوں؟ مر گئے وہ، زندہ نہیں؟ وہ اس کے اہل نہیں ہے۔ اور بندہ سویا ہوا ہو تو کہتے ہو السلام علیکم؟ اور ابو سویا ہوا ہے تو کبھی کہا اس کو

جا کے پاؤں کے قریب کھڑے ہو کر ابو السلام علیکم ! کہا کبھی ؟ نہیں کہتے ۔ بلکہ دوسروں کو کہتے ہو۔ آہستہ بولو ابو سوئے ہوئے ہیں ۔ لیکن ان کو السلام علیکم کہنا اس وقت درست نہیں سمجھو، بات سمجھو۔ سویا ہوا بندہ زندہ، سو گیا اب اس کو مخاطب نہیں کر سکتے ۔ آپ السلام علیکم نہیں کہہ سکتے ۔ لیکن قبروں والوں کے پاس جب گزرے ہو تو ان کو کہتے ہو السلام علیکم وہ اس وقت ہوتے ہیں وہاں یا نہیں ۔ اگر نہیں تو پتھر کو کیوں کہتے ہو السلام علیکم ؟ اور اگر وہ ہیں تو پھر کس طرح ہیں یہی تو برزخی زندگی ہے جس کو سمجھنا عام آدمی اور خواص کیلئے مشکل ہے ۔ یہ انبیاء جانتے ہیں کہ ان کی زندگی کیسی ہے اب دیکھئے سرورِ عالم ﷺ قاسمِ جنت و کوثر ﷺ تشریف لے جا رہے تھے ۔ قبرستان سے گزرے کھڑے ہو گئے ۔ ایک قبر پر کھجور کی تازہ دو شاخیں لے کر اس پر رکھ دیں ۔ صحابہ کرام پوچھتے ہیں حضور کیا بات ہو گئی فرمایا اس کو تکلیف ہو رہی ہے اس پر عذاب ہے تو جس نے یہ کھجور تازہ اس لئے لگائی کہ یہ ذکر کریں گی ٹہنیاں اور اس کا فائدہ قبر والے کو اندر پہنچے گا۔

حضرات گرامی ! میں ایک بات پوچھتا ہوں آپ سے کہ جتنا باقی قبرستان تھا اس سب میں جنتی سوئے ہوئے تھے ۔ صرف ایک جہنمی تھا ؟ جتنے اس قبرستان میں تھے سارے کے سارے ولی اللہ تھے ؟ کیا سارے کے سارے جنتی تھے ؟ یا اس میں عام اور خاص کا بھی درجہ رکھا گیا تھا۔ جب سب کی طرف دیکھ کر دعا نہیں فرمائی تو اس ایک کی توجہ فرمائی وجہ کیا ہے ؟ نبی پاک ﷺ اگر سب کو دیکھ کر جنت دے سکتے ہیں اور جنت کی فضائیں قبروں میں اُتار سکتے ہیں تو اس ایک پر کیوں توجہ نہیں فرمائی ۔ یہ تعلیم تھی امت کیلئے کہ میں رسول مختار ہو کر، میں جنت تقسیم کرنے کا مالک ہو کر بھی میں اس پر کھجور کی یہ ٹہنیاں اس لئے لگا رہا ہوں ۔ شاخیں تا کہ قیامت تک آنے والو اپنے مردہ لوگ جنہیں قبر میں دفن کرو ان کو ثواب پہنچانے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ کرتے رہا کرو ۔ اور ٹہنی افضل ہے کہ بندہ افضل ہے ؟ وہ ٹہنی بھی نبی پاک ﷺ کی امتی ہے ۔ اور جو قبر کے اندر ہے گناہگار ہی سہی مگر نبی کا امتی ہے ۔ ایک امتی سے دوسرے امتی کو فائدہ پہنچانے کا نبی پاک ﷺ نے دستور دے دیا ۔ ایک امتی کا دوسرے امتی کو فیض پہنچانے کا دستور دیا ہے ۔ اور یہ ایسا دستور ہے کہ کبھی

مستور نہیں ہو گا ۔ اور ’’ نور علی نور ‘‘ چمکتا رہے گا ۔ دوسری بات وہ ٹہنی افضل ہے ۔ کہ مومن افضل ہے ؟ مومن یقیناً افضل ہے ؟ تو اگر ٹہنی اس کو جنت کا راستہ دے سکتی ہے تو گناہگار قبر کے قریب مومن کھڑا ہو کر دعا کرے تو کیا جنتی نہیں ہو گا ۔ مگر مومن ہونا شرط ہے ۔ میں نے ایک ولی اللہ کے متعلق سنا ہے ۔ کہ انہوں نے ایک مریض کو بخار تھا اُسے تو آپ نے پانی پیا ۔ اس کو عطا کیا ۔ کہ دم نہیں کرتا تو پانی پی ۔ کسی نے پوچھا حضور ! دم بھی کر لیں ؟ تو آپ نے فرمایا ۔ کہ میں نے حدیث پاک میں پڑھا ہے کہ مومن اُس کا جوٹھا اس کا پس خوردہ شفا ہوتا ہے ۔ پس خوردہ میں شفاء ہے ۔ میں آج یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں مومن بھی ہوں کہ نہیں ؟ عاجزی دیکھو یار عاجزی، کمال دیکھو ۔ میں یہ دیکھنا چاہتا کہ یہ ٹھیک ہو گا تو مجھے یقین ہو جائے گا کہ میں مومن ہوں چونکہ مومن کے جوٹھے میں شفاء ہے ۔ تو اس لئے اس کو جوٹھا پلایا اگر مومن کے جوٹھے میں شفا ہے تو مومن مجسم شفا نہیں ؟ تو اگر وہ مجسم شفاء ہے ۔ تو کیا وباء پر غالب نہیں ؟ تو کیا قبرستان سے گزرتے ہوئے اگر وہ دعا مانگتا ہے تو جہنم کی کھڑکیاں بند اور جنت کی فضاؤں میں آراستہ کرنے کی تدبیر کامل ہے کہ نہیں ؟ ایک ولی اللہ، عالم کامل ولی اللہ قبرستان سے گزرے تو چالیس دن اس پر عذاب نہیں ہوتا تو اس گنہگار پر اللہ سختی نازل نہیں کرتا ۔ صرف گزرنے سے چالیس دن عذاب رک جائے تو اسی قبرستان میں ولی اللہ کی قبر بن جائے تو کیا عالم ہو گا ؟ معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ نے نبی اعظم ﷺ نے اپنے امتیوں کی بخشش کیلئے اور جنت میں داخلہ آسان کرنے کیلئے خوبصورت بہانے عطا فرمائے ہیں ۔ خوبصورت وسائل عطا فرمائے ہیں ۔ خوبصورت ذرائع عطا فرمائے ہیں ۔ اسی لئے تو رب نے فرمایا ۔ کہ جو مومن ہے اس کی لئے پیغام ہے ۔ یا ایتھا النفس المطمینۃ ٥ ارجعی الیٰ ربك ٥ اے پاکیزہ روح اے اطمینان حاصل کرنے والی روح ۔

اب قرآن میں آتا ہے ۔ واعبد ربك حتی یاتیك الیقین اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اس وقت تک جب تک تمہیں یقین آتا ہے اس پر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس یقین سے مراد حتی الموت ، حتی الحیات جب تک زندگی ہے عبادت کرتے رہو ۔

مگر صوفیاء فرماتے ہیں یقین کا اپنا ایک مقام ہے یار۔ یہ تو تاویل کرتے ہو۔ یقین سے موت مراد لے رہو ہو۔ یقین کا لینا بھی تو ایک مفہوم ہے۔ لہٰذا یاد رکھو کہ جب آدمی نماز پڑھتا ہے۔ تو خیال کیا کرتا ہے وہ؟ دیکھئے نماز پڑھتے ہوئے حضور ﷺ نے کیا فرمایا کہ نماز کس طرح پڑھو؟

فان لم تکن تراہ فانہ تراہ نماز پڑھتے ہوئے تم یہ خیال کرو کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں اگر نہیں دیکھ سکتے تو اتنا تو یقین کر لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ حضرت ملا علی قاری اس پر تبصرہ فرماتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ یہ کمال شرط بھی ہے اور جزا بھی ہے۔ سوال بھی ہے اور جواب بھی ہے۔

فان لم تکن۔ اگر نماز میں تم فنا کے درجے میں چلے گئے تمہاری حیثیت ختم ہوگئی **تراہ** پھر دیکھ لوگے۔ فنا کی وادی میں جاؤ اور جب تم فنا کی وادی میں نہیں جا سکتے تو پھر اتنا ہی سوچ لو **فانہ تراہ** وہ تمہیں دیکھ رہا ہے لیکن فنا سے گزر کے بقا میں جاؤ گے تو پھر تم اس کو دیکھو گے وہ تمہیں دیکھے گا تو یقین سے یہاں مراد۔ صوفیاء یہ فرماتے ہیں۔ کہ اُس درجہ پر پہنچو کہ جس درجہ پر تمہاری زندگی یقین کے درجے میں داخل ہو جائے۔ کہ میرے رب نے میری بندگی قبول فرمالی ہے۔ اس پر دلائل بہت ہیں۔ لیکن اتنی بات یاد رکھو کہ جب روح حسین، پاک ہوتی ہیں تو وہ عروج کرتی ہیں اور جسم کو مالا مال کرتی ہیں اور اصول یہ ہے عوام کے قبرستان میں جاؤ تو کچھ پڑھ کر ثواب بخش دیا کرو۔ حضرت جناب جلال الدین سیوطی اپنی مشہور کتاب میں انہوں نے لکھا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قبرستان تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ السلام علیکم یا اہل القبور۔ اے قبروں میں رہنے والو! معلوم ہوا کہ ہم جب قبر دیکھتے ہیں تو خیال اندر کم کم جاتا ہے لیکن وہ لوگ جب قبر دیکھتے تھے۔ تو خیال قبر تک نہیں رکتا تھا خیال اندر چلا جاتا تھا۔ اندر کون ہے۔ تو اس لئے کہتے تھے یا اہل القبور۔ جیسے کوئی گھر میں رہتا ہو تو آپ کہتے ہیں۔ السلام علیکم۔ جب تک نظر نہ آئے؟ مثلاً آپ جا رہے ہیں۔ کسی کے گھر میں نوکنگ کرتے ہیں کوئی بھی نہیں آتا تو کیا زور سے بولو گے۔ السلام علیکم؟ نہیں اور جب دروازہ کھلے گا کیا کہو گے؟ معلوم ہوا۔ مکان کو دیکھ کے سلام نہیں کرتے مکان والے کو دیکھ کر سلام کرتے ہیں۔ تو جب قبروں پر جاتے ہو تو کیا کہتے ہو۔

السلام علیکم یا اہل القبور۔ اس قبر کے اندر جو رہتے ہو میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ السلام وعلیکم یا اہل القبور تین مرتبہ فرمایا۔ جواب نہیں آیا۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ **ومالکم الا تجیبونی یا اہل القبور**۔ تمہیں کیا ہو گیا۔ قبر والو مجھے تم جواب نہیں دیتے؟ اس سے دو چیزیں معلوم ہوئیں۔ اس سے یہ کہ قبروں والے سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ اور ہم نہ سنا سکتے ہیں صحیح طرح اور نہ سن سکتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے ہیں۔ جو اپنی آواز پہنچاتے بھی ہیں۔ اُنہیں دیکھتے بھی ہیں۔ اور جو کچھ وہ بولیں وہ سنتے بھی ہیں۔ تو آپ نے فوراً سوال کیا کہ آپ خاموش کیوں ہو گئے تھے؟ جواب کیوں نہیں دیا تو تمام قبروں والوں نے اکٹھے ہو کر جواب دیا کہ علی المرتضیٰ بات یہ ہے کہ جب ہم دنیا چھوڑ کے آجاتے ہیں نا تو تعلق سب سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اُنکے ساتھ تعلق رہتا ہے۔ جو آنا جانا جاری رکھے۔ آپ تین دن ہمارے پاس نہیں آئے ہم نے جواب دینا ہی چھوڑ دیا۔ جو یاریاں توڑتے ہیں تو انہیں کیا جواب دیں تو علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ آپ کو میں نے دعاؤں سے تو فارغ نہیں رکھا تھا۔ دوسری بات مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اپنی مشہور تصنیف میں لکھتے ہیں۔ ایک لڑکا اس کی والدہ فوت ہوگئی تو وہ نیک عورت تھی۔ بچہ بھی نیک تھا تو یہ ہر روز کام پر جانے سے پہلے اپنی ماں کی قبر پر جاتا۔ وہاں بیٹھ کر قرآن تلاوت کرتا دعا مانگ کر چلا جاتا۔

ایک دن گیا تو قبر سے آواز آئی بیٹے قرآن نہ پڑھنا۔ چپ کرو۔ تو اس نے قرآن پڑھنا بند کر دیا۔ پوچھا ماں قرآن پڑھنا کیوں تم نے بند کروایا؟ تو ماں قبر سے جواب دے رہی ہے۔ بیٹے میں قبر میں آ کے بھی تجھے بہت یاد کرتی ہوں۔ اور جب تم قبر پر آتے ہو تو تم فوراً تلاوت شروع کر دیتے ہو تو میں دیکھنا چاہتی ہوں تمہیں۔ جب تم پڑھنا شروع کرتے ہو تو میں نور میں ڈوب جاتی ہوں تمہیں دیکھ نہیں سکتی تو تھوڑا ٹھہر کر پڑھا کرنا کہ میں تمہیں اچھی طرح دیکھ لیا کروں۔ مائیں بھی کیا مائیں ہیں یار۔ ماں گناہ گار بھی جنت کا دروازہ ہے۔ ماں گنہگار بھی جنت کی فضاء ہے۔ ماں گنہگار بھی رحمتِ خدا ہے۔ تو جو پاک باز اور نیک ہو جائے اس سے بڑی سعادت

کیا ہو سکتی ہے۔ الغرض عوام کی قبر پر جاؤ سلام کے بعد کچھ پڑھ کے ہدیہ کر دو کہ اے اللہ یہ ثواب ان کو پہنچا اور جب خواص کی قبر پر جاؤ تو ان کو بخشش کی دعا مانگنے کی ضرورت نہیں۔ درجات کی بلندی کیلئے مانگو تو وہاں کیا کرنا چاہیے۔ ''اے اللہ یہ ثواب اپنی طرف سے تو اِن کو عطا فرما اور ان کی وجہ سے میری مشکل حل فرما'' ان کی وجہ سے میری مشکل حل فرما، کیا عجب لوگ ہیں۔ کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو چلتے پھرتے بھی مرے ہوتے ہیں اور کچھ قبر میں رہ کر بھی زندہ ہوتے ہیں۔ اُن زندوں کے پاس اگر کوئی جائے تو انہیں مردہ سمجھے انہیں خدا کی دی ہوئی نئی روحانی برزخی زندگی کا مالک سمجھ کر ان سے گفتگو کریں اگر آپ کا حال اچھا ہے تو قبر کے قریب بیٹھ جاؤ۔ اُس ولی اللہ کے قبر کے سینے کی طرف کہ میں قبر کے سامنے نہیں بیٹھا میں ولی اللہ کے سامنے بیٹھا ہوں میرا منہ، میری آنکھیں یہ ولی اللہ کے سینے کے برابر ہے۔ اس توجہ سے بیٹھو اور اگر اندر ٹھیک ہوا تو بات سن لو گے اور دیکھو یہ جو ہے۔ وہ بٹن شٹن لگاتے ہیں تو دور آواز چلی جاتی ہے۔ ''فیکس'' فیکس مشین دیکھی ہے؟ میں نے خود تماشا دیکھا ہے آپ تو دیکھتے ہی ہیں روز ٹیلی فون کے ذریعہ بھی یوں بٹن مارو آگے نمبر نہ ملے۔ تو بڑا سے بڑا انجینئر بھی کچھ نہیں کر سکتا اور اگر نمبر مل جائے تو عام آدمی بھی بات کر لیتا ہے۔ کیا سمجھے آپ نمبر صحیح کرو نمبر ملاؤ اور میں اب بھی دعوے سے کہتا ہوں یہاں بیٹھ کر بھی کملی والے کے ساتھ اپنے دل کا نمبر ملاؤ۔ آنکھیں بند کر کے ابھی ''یا'' کا لفظ بھی منہ سے پورا نہیں ہوگا۔ کہ وہ سامنے آجائیں گے۔

جس ولی اللہ کے سامنے جا کے مراقبہ کرو پہلے نمبر ملاؤ۔ نمبر اپنی روح کو ان کی روح سے اپنے دل کو اُن کے دل سے اور اپنے مزاج کو ان کے مزاج کے تابع کر کے مراقبہ کرو۔ چند لمحوں کے بعد وہ سامنے آجائیں گے وہ سامنے آجاتے ہیں فوراً آزمایا ہوا اور تجربہ شدہ نسخے آپ کو بتا رہا ہوں۔ مگر اس سے پہلے نمبر درست کر لو۔ اگر مشین ہے تو صفائی کروالو۔ اور اگر صفائی ہوگئی تو نمبر ملانے کی بات سیکھو۔ اپنا نمبر تو ہے۔ آپ کے پاس اور جس کا ملانا چاہتے ہو اس سے پوچھو کہ نمبر کیا ہے آپ کا۔ ''سمجھے'' یہاں پیار اور عقیدت کی انتہا پہ جا کے باتیں راز کھل جاتے ہیں تو یہ وہ کون

کون لوگ ہیں یہ یا یتھا النفس المطمئینہ ٥ ارجعی الیٰ ربك راضیة مرضیة ٥ فادخلی فی عبدی ٥ وادخلی جنتی ٥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا قبر میں رکھے جا رہے تھے۔ تو فضاء میں آواز آئی یا یتھا النفس المطمئینہ ٥ ارجعی الیٰ ربك مگر کس طرح راضیة مرضیة تو آواز پھیلنا شروع ہو گئی تیز ہونا شروع ہو گئی۔ تو لوگ دائیں بائیں دیکھنے لگے یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے اچانک ایک حسین و جمیل بارعب خوبصورت دل آویز دل بستہ ایک پرندہ وہ قبر کے اوپر فضاء میں اُڑتا جا رہا ہے۔ اس کے بال بال میں سے اس کے منہ سے آواز آ رہی ہے یا یتھا النفس المطمئینہ ٥ ارجعی الیٰ ربك راضیة مــــرضیة ٥ پھر لوگ پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے وہ پرندہ نیچے آنا شروع ہو گیا لوگ پیچھے ہٹ گئے پرندہ یہی آیت پڑھتے پڑھتے نیچے آتا گیا قبر میں داخل ہو کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کفن میں گم ہو گیا۔ اور کفن سے اس آیت کی آوازیں آئیں۔

تو معلوم ہوا کہ یہ قرب کیسا قرب ہے۔ یہ یہاں ہوتے ہوئے بھی وہاں ہے۔ اور وہاں ہوتے ہوئے بھی یہاں ہے۔ یہ پاکیزگی لطافت اور طہارت کے بعد شریعت کی پابندی کے بغیر کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ حضور باواجی صاحب خواجہ خواجگان غوث زماں موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے لوگو کہ جب تک میں آپ کے سامنے ہوں آپ میرے پاس آیا کرو گے۔ آتے رہو گے۔ انشاء اللہ اور جب میں دنیا سے چلا گیا تو پھر تم ادھر آؤ یا نہ آؤ۔ میں خود تمہارے گھروں کا خیال رکھوں گا۔ یہ ہے وہ مقام یہ وہ لوگ ہے جنہوں نے اپنا ظاہر باطن، خیال حال، چال قال، مقال، اللہ کی رضا میں گم کر دیا ہے۔ نہیں کچھ اللہ۔۔۔۔ نہیں کچھ چاہیے اللہ۔۔۔ نہیں کچھ بات کرتے مگر معلی۔۔۔ نہیں بولتے مگر للہ۔۔۔ نہیں یہاں رہتے مگر فی للہ۔۔۔ تو وہ بھی جواب دیتا ہے۔ تم اگر اس درجے پر پہنچ گئے ہو تو پھر میں تم سے دور نہیں ہوں۔ اور آخری بات سن لو آپ کو یقین ہے اس بات کا۔ کہ خدا آپ کے نزدیک ہے کیا کسی کو شک ہے معلوم ہوا کہ سب اس بات پر کامل ایمان رکھتے ہے کہ خدا جلہ شانہ ہے تو ہے مگر ہے کہاں؟ شہ رگ سے رگ جان سے یعنی روح سے

نزدیک مراد اس سے روح ہے۔ اللہ آپ کے نزدیک آپ کی روح سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔
اب آپ ہی مجھے بتائیں کہ یہ یک طرفہ مسئلہ ہے یا دوطرفہ۔ (حاضرین ہمہ تن گوش خاموش تھے)
قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا بڑی خوبصورت خاموشی ہے۔ اور صوفیوں کی محفل بھی ہے۔ اور
ذاکرین کی محفل بھی ہے۔

خدا قریب ہے کس کے قریب نہیں۔ سب کے قریب ہے۔ اور آپ کے بھی وہ قریب
ہے۔ اور آپ اس کے کتنے نزدیک ہے۔ تو نزدیکی پسند نہیں کیا نزدیک ہونے کے لئے جستجو کی
ہے۔ کیا قرب کی خواہش اور محبت پیدا ہوئی۔ کیا طلب اور آرزو ہوئی۔ کیا جستجو اور محنت ہوئی۔ اور
جستجو اور محنت کوئی کرے اور طلب کرے اور پیار کرے تو اس کی نشانی کیا ہے۔ پچھلی رات اس کا
سر سجدے میں ہوتا ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ سجدہ بندگی ہے اور صوفیاء کہتے ہیں کہ تلاش محبوب ہے۔ سر
اس لئے سجدے میں رکھتے ہیں۔ کہ نہ نظر دائیں جائے نہ بائیں۔ نہ اپنے کو دیکھے نہ بیگانے کو
دیکھے۔ تو اس کو جس کے لئے سجدہ کیا ہے۔ یہ تلاش محبوب ہے۔ اس تلاشِ محبوب میں صوفیوں
علمائے کرام اور تمام حاضرین اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اپنے آپ کو پھیرو اللہ کی طرف اور اس کا
واحد طریقہ یہ ہے۔ جو شیخ نے بتایا اس پر عمل کر کے نمازیں پوری کرو۔ اور جب بھی جھکو، قیام کرو،
رکوع کرو، سجدہ کرو، تو نیت یہی رکھو کہ اللہ تجھے پانے کے لئے میں نے یہ بہانہ اختیار کیا ہے۔ یہ
یاد رکھو کہ اللہ کو پہنچانا، پانا فرض اولین ہے۔ اور اس فرض کو پانے کے لئے یہ نماز فرض ہے۔ اور نماز
کی فرضیت کے لئے
وضو فرض ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک فرض سے دوسرا فرض بنتا ہے۔ اور اس فرض سے تیسرا فرض بنتا
ہے۔ اور اس فرض سے چوتھا فرض بنتا ہے۔ اور جو تھے فرض سے محبوب مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
میرے اور آپ کے گناہ معاف فرمائے۔ آمین (اس کے بعد قبلہ عالم نے اُمتِ مسلمہ کے لئے دعا
فرمائی)۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ نیریاں شریف پرخوبصورت کتاب جمال نقشبند سے اقتباس

از: ڈاکٹر محمد اسحق قریشی صاحب

حضرت خواجہ بہاؤالدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ دنیائے تصوف کے وہ گل سرسبد ہیں۔ کہ جس
کی مہک نے نقشبندیت کے سارے چمن کو مہکا دیا ہے۔ آپ کے وجود نے علم باطن کے وہ
عقدے حل کئے ہیں کہ جو صرف خواص کے ہاں ہی موضوع بحث تھے اور عام مسلمان ان کو اپنی
دسترس سے باہر سمجھتا تھا پھر ایک ولولہ تازہ پیدا ہوا۔ تصوف ہر مجلس میں زیر بحث آیا اور اس کی
برکات ہر کہیں عیاں ہونے لگیں۔ اس عمومی پھیلاؤ سے ہر صاحب دل کو حوصلہ ملا کہ علم و معرفت کی
طرف پیش قدمی کرے مگر حیرت اس پر ہے کہ عوام تک رسائی کے باوجود اس کا وقار پہلے سے بھی
زیادہ ہوا۔ آپ کی راہنمائی نے تصوف کو دینی علوم کا حصہ بنا دیا اور خانقاہیں جو عزلت خانے سمجھی
جاتی تھیں علم دین کے مراکز بن گئیں۔ آپ کی خداداد شخصیت کے اثرات اس قدر ہمہ جہت تھے
کہ سلسلہ ہی آپ کے وجود سے شناخت پانے لگا۔ نقشبندیت کا نقش آپ کا ہی فیضان تھا اور یہ
فیضان مرور ایام پر اس طرح محیط ہوا کہ شریعت کے سایوں میں پلنے والا صوفیاء کا گروہ ہمیشہ کے
لئے نقشبندی ہو گیا۔ ہر سالک در عطاء پر حاضر ہوتے ہی پکارنے لگا کہ

اے نقشبندِ عالم نقش مرا ببند
نقشم چنان ببند که گویند نقشبند

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند خاندانِ سادات کے ہونہار فرزند تھے۔ سلسلہ نسب
حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ بخارا کے مردم
خیز علاقے سے تعلق تھا اور قصر ہندواں میں پیدا ہوئے تھے جو آپ کی نسبت سے قصر عارفان بن
گیا۔ قصر عارفان بخارا کے مضافات میں ہے۔ اسی قصر میں آپ 4 محرم 718ء کو ایک نیک نام
گھرانے میں پیدا ہوئے جو تاجک نسبت رکھتا تھا۔ والد گرامی کا نام بھی محمد تھا۔ جب آپ اُن کے
گھر پیدا ہوئے تو سعادت مندی کے آثار ہویدا ہونے لگے۔ ان آثار کی تائید حضرت بابا

سماسی ؒ کے اس ارشاد سے ہوگئی کہ ابھی تین سال کے تھے کہ حضرت بابا سماسی ؒ نے اپنی فرزندی میں لینے کا اعلان کر دیا۔ اسی لئے کہ آپ تو قبل از ولادت ہی خوش خبری سنا چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آثارِ مجدہ شرف بچپن میں ظاہر ہونے لگے تھے۔ حضرت بابا سماسی ؒ نے مستقبل کے مرشدِ عظیم کو اپنے مرید حضرت سید کلال ؒ کے سپرد کر دیا تھا۔ اور تاکید فرمائی تھی کہ تربیت میں کوتاہی نہ ہو، مرید نے اپنے پیر کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھا اور تربیت کے تمام مراحل میں خصوصی شفقت سے نوازا جوانی کے ابتدائی ایام تھے کہ طبیعت خلوت پسندی کی طرف مائل ہوگئی۔ رات کے خاموش لمحات واصلین کے مزارات پر گزارنے کا شوق بہت فراواں تھا۔ ایک رات اسی شوق کی تکمیل کرنے کی ٹھانی اور تین مزارات پر حاضری دی۔ یہ مزارات مرد درویش جو دنیا سے بے نیازی پر پختہ یقین رکھتے تھے یعنی حضرت خواجہ محمد واسع ؒ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی ؒ جو مشائخ نقشبند کے اہم فرد تھے۔ اور خواجہ مزد آخن ؒ کے تھے۔ ہر مزار پر ایک دیا جلتا ہوا دیکھا مگر حیرت اس پر تھی کہ بتی اور تیل کے باوجود لو مدہم تھی۔ حضرت خواجہ نقشبند ؒ نے ان کی بتی اونچی کی اور آخر قبلہ رو ہو کر وہاں بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں دیکھا کہ ایک سبز پردہ لٹک رہا ہے اُس کے پیچھے ایک تخت بچھا ہے اور اُس تخت کے اردگرد بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں میں سے بابا سماسی ؒ کو پہچان لیا۔ ایک حاضر شخص اُٹھا اور موجودین کا تعارف کرانے لگا۔ کہا یہ احمد صدیق ؒ ہیں۔ یہ خواجہ علی رامیتنی ؒ ہیں اور یہ خواجہ بابا سماسی ؒ ہیں معلوم ہوگیا کہ بزرگ ایک جگہ اکھٹے ہیں مگر وہ بزرگ کون ہیں جو تخت پر ہیں تعارف کرایا گیا۔ کہ یہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی ؒ ہیں جو سب کے سردار ہیں۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ یہ سب بزرگ کسی خاص مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ مقصد تو صاف تھا۔ کہ یہ سب خواجہ نقشبند ؒ پر مجموعی شفقت فرمانے کے لئے آئے ہیں۔ سارے سلسلے کا فیض عنایت ہو رہا تھا۔ اسی حیرت میں تھے کہ کسی نے آواز دی کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی ؒ کچھ ارشادات فرمانے والے ہیں۔ یقیناً یہ شرف تھا کہ سب کی موجودگی میں ایک طالبِ صادق کو نوازا جا رہا ہے۔ پردہ اُٹھا تو سالکِ راہ نے بڑھ کر سلام

پیش کیا۔ حضرت خواجہ غجدوانی ؒ نے فرمایا۔ کہ یہ دیئے جلتے ہوئے تم نے دیکھ لئے ہیں۔ ان مدہم بتیوں کو بلند کرنا اب تمہارے ذمے ہے کہ تم اس کی استعداد رکھتے ہو۔ مگر نصیحت فرمائی کہ ہر حال میں جادہ شریعت پر ثابت قدم رہنا ہے۔ سنت پر عمل پیرا رہنا ہے اور بدعت سے بچنا ہے۔ بس یہ لازم پکڑو کہ ہر وقت سنت رسول ﷺ اور آثار صحابہ کرام ؓ کی تلاش میں سرگرم رہنا ہے۔ ان ہدایات کے ساتھ حکم دیا کہ سید امیر کلال ؒ کی راہنمائی میں سب مدارج طے کرنے ہیں بالفاظ دیگر آپ کا سید کلال ؒ کی پناہ میں دے دیا۔

یہ مکاشفہ جو نیم باز آنکھوں سے راہنما بنا تھا زندگی بھر کے لئے پیغام تھا کہ اپنے اسلاف کے طریقوں کی روشنی میں آگے بڑھنا ہے اور مسلسل یہ کوشش کرنا ہے کہ اسلاف کی تعلیمات زندہ رہیں بلکہ ان میں اضافہ ہو۔ پھر یہ بھی کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام ؓ کے عمل کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔ غور کیا جائے تو سلسلہ نقشبندیہ کا یہی پیغام اُس وقت بھی راہنما تھا اور آج بھی ہے۔ تصوف کو سنت کے سایوں میں اپنی تگ و دو کو زندہ رکھنا ہے اور یہ بھی سنت رسول ﷺ کے بغیر تصوف کا کوئی مقام نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند ؒ کو یہی تلقین کی گئی تھی اور آپ کا آئندہ کا طرزِ عمل اسی کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ نے ان ارشادات کو حرز جان بنایا۔ علماء کی صحبت اختیار کرتے رہے اور احادیث و اخبار پر پوری توجہ دیتے رہے اسی طرح علم فقہ اور علم تصوف کا باہم ربط پیدا ہوگیا جو نقشبندیوں کی شناخت ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند ؒ نے استقامت کے ساتھ حضرت امیر کلال ؒ سے کسبِ فیض کیا مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اکابر مشائخ کی نظر ہمیشہ ہی آپ پر رہی۔ خواجہ بابا سماسی ؒ تو بچپن سے بلکہ اس سے قبل دعاؤں سے نواز رہے تھے لیکن سلسلہ کے روح روان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی ؒ کی توجہ بھی آپ پر ہی تھی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند ؒ تمام تمام اکابر کی توجہ کا مرکز تھے اور وہ اپنے نمائندے کے طور پر ان کی تربیت پر توجہ فرما رہے تھے۔ اسی روحانی فیض کی کثرت کے باوجود حضرت خواجہ نقشبند ؒ ظاہری رابطوں اور حسی فیوض

سے بھی غافل نہ تھے۔اس لئے مختلف آستانوں پر حاضر ہوتے رہے۔تصوف کی معراج انکسار ہے جس کا آپ نے ہمہ وقت اظہار فرمایا۔یوں تو آپ کے ارشادات طریق زندگی کے ہر موڑ کے لئے دستیاب ہیں۔مگر صرف چند درج کئے جا رہے ہیں تا کہ راہ سلوک میں آسانیاں پیدا ہوں۔

اساسی اصول

☆ طریقت ادب ہی ادب ہے۔ادب کی کئی جہتیں ہیں۔مثلاً حق تعالیٰ کے نسبت سے ادب، رسول ﷺ کی ذات کے حوالے سے ادب، مشائخ کے حوالے سے ادب، یہ آداب اس طرح متحقق ہوتے ہیں۔

1- حق تعالیٰ کی نسبت سے ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں کمال بندگی کی شرط کے ساتھ اس کے احکام کی تعمیل کرے اور ماسواء سے بالکل منہ موڑ لے۔

2- رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمہ تن متابعت اور پیروی کا پابند سمجھے اور آپ کو تمام موجودات اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ سمجھے جو کوئی ہے اور جو کچھ ہے سب کا سر آپ کے آستانِ عزت پر ہے۔

3- مشائخ کے ادب کی نسبت یہ خیال رہے کہ مشائخ کو جو مقام حاصل ہے وہ سنت رسول ﷺ کی پیروی کی وجہ سے ہے اس لئے اس نسبت کو ملحوظ رکھے۔

☆ نماز، روزہ اور ریاضت، مجاہدہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں مگر ساتھ ساتھ وجود کی نفی بھی لازم ہے کہ وجود ہی سب سے بڑا حجاب ہے۔

☆ پیری گاہے بگاہے زیارت جو حضور قلب کے ساتھ ہو ایسی زیارت سے کہیں بہتر ہے جو دائمی ہو مگر بلا حضور ہو۔

☆ اگر مقام ابدال تک پہنچنا ہے تو نفس کی مخالفت کرنا ہوگی۔

☆ سالکانِ طریقت دو طرح کے ہیں ایک وہ جو ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اور اس کی ثمرات پا کر مقصود کو پہنچتے ہیں دوسرے وہ ہیں جو فضلی ہیں سوائے فضلِ الہ کے کچھ نہیں وہ تو عبادات بھی فضل ہی شمار کرتے ہیں۔ہم تو فضلی ہیں کسی عبادت پر ناز نہیں۔

کرامات کے حوالے سے کچھ ارشادات

کرامات بھی دنیائے تصوف کا ایک معروف حوالہ ہے۔عام تاثر یہی ہے کہ کرامت ہی مرتبہ ولایت کی پہچان ہے۔اس لئے جب بھی کسی کی ولایت یا بزرگی کا تذکرہ ہوتا ہے تو کرامات کی ایک فہرست بیان کر دی جاتی ہے۔حقیقت یہ ہے کرامت ایک اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ کسی محبوب بندے کو عطا کرتا ہے۔یہ ایک منزلت ہے جو خالق کے ہاں کسی نیک نام مخلوق کو حاصل ہو جاتی ہے۔یہ نہ شرطِ ولایت ہے اور نہ ولایت کی قوت دکھانے کا ذریعہ، سب سے بڑی منزلت جو مرد بزرگ کو حاصل ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ پروردگار اُسے اتباع شریعت کی بے پایاں توفیق عطا فرما دے بد قسمتی سے اس خارق عادت کو شرط ولایت سمجھ لیا گیا اور اس کا اظہار ہونے لگا۔معجزہ یقیناً اظہار کا متقاضی ہے کہ وہ ذات نبوت کو تسلیم کرانے کے لئے ہوتا ہے کہ وہ باب افعال سے ہے جس کی خصوصیت ہی تعدیہ ہے جبکہ کرامت تو کرم سے ہے جس کی خاصیت ہی لزوم ہے کرامت کے حوالے سے کئی غیر یقینی خیالات عام ہو رہے تھے اس لئے حضرت خواجہ نقشبند ؒ نے اس حوالے سے صراحۃ گفتگو کی اور کرامت کا مقام متعین کیا۔اس سلسلے میں متعدد ارشادات ہیں صرف وضاحت کے لئے دو تین کا حوالہ درج کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند ؒ سے کرامت کا مطالبہ کیا گیا تو جواباً فرمایا۔

''ہماری کرامت تو سب پر ظاہر ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے زمین پر چلتے ہیں اس میں دھنس نہیں جاتے''۔

غور فرمایئے کس حکمت سے ولایت کے حوالے سے کرامت کے مطالب کو رد کیا۔پھر اس کے بارے میں وضاحت فرما دی۔

☆ کرامات اور خوارق کے ظہور کا کوئی اعتبار نہیں۔اصل چیز استقامت ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ

☆ طالب استقامت رہو نہ کہ طالب کرامت، اللہ تعالیٰ کو استقامت مطلوب ہے جبکہ تیرے نفس کو کرامت مقصود ہے۔

☆ کہ اگر کوئی ولی کسی باغ میں جائے اور ہر درخت اور ہر پتے سے یا ولی کی آواز آئے تو اس پر التفات نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر لحظہ بندگی دنیاز مندی میں کوشاں رہنا چاہیے۔

☆ کرامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا۔ کرامتوں کا کیا ذکر جو کچھ ہے کلمہ توحید کی حقیقت کے مقابلہ میں نفی ہے۔ اصحابِ کرامت سب کے سب مجوب ہیں اور عارف کرامت کی طرف نظر رکھنے سے دور رکھے جاتے ہیں پھر فرمایا۔

☆ مرید سے احوال کا ظاہر ہونا شیخ کی اصل کرامت ہے یعنی کرامت یہ ہے کہ مریدوں کی یوں تربیت کی جائے کہ اُن پر باطنی احوال طاری ہو جائیں اگر چہ یہ حقیقت ہے کہ

☆ اولیاء کو اسرار کی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ بلا اجازت اس کا اظہار نہیں کرتے جو رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ چلاتا ہے۔

ان ارشادات سے حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کا مسلک بالکل عیاں ہو جاتا ہے اور یہی نقشبندیت کی شناخت ہے۔

وفات: حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ اپنی وفات کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ اس دوران میں کہتے کہ جب وقتِ اخیر آیا تو سب کو مرنا سکھاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت آخر آیا تو دونوں ہاتھ دعا کیلئے اُٹھا لیتے دیر تک دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ جب دعا ختم کی۔ چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے تو وصال بالحق ہو چکے تھے۔ 73 سال عمر پائی۔ 3 ربیع الاول 791ھ پیر کے روز انتقال فرمایا اور قصرِ عارفاں میں دفن ہوئے جہاں ایک عالیشان مزار اب زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

قصر عارفاں سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ وصیت فرمائی تھی کہ جنازے کے آگے یہ رباعی پڑھتے جانا۔

مفلسا نیم آمدہ و در کوئے تو　　شیئا للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما　　آفرین بردست و بر بازوئے تو

سفیرِ عشقِ رسول سراج الاولیاء عالمی مبلغ اسلام پیکرِ شفقت و محبت رومی ثانی

حضرت پیر محمد علاؤالدین صاحب صدیقی

کا محی الدین اسلامک میڈیکل کالج کیساتھ عظیم تحفہ، پنجاب اور کشمیر کے سنگم میں

محی الدین ٹیچنگ ہسپتال

میرپور آزاد کشمیر
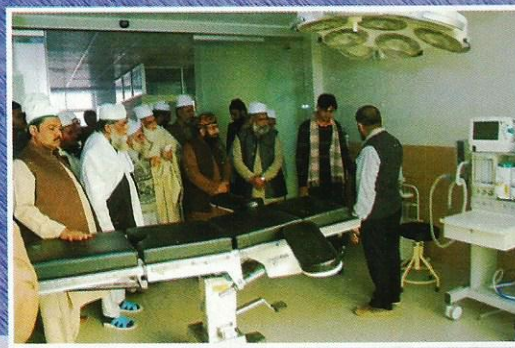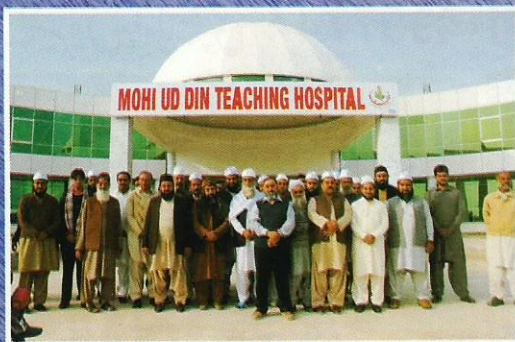
فیصل آباد کی جماعت کا محی الدین ٹیچنگ ہسپتال کا وزٹ